حضرت علامہ مولانا شمس الحق افغانی مدظلہ

کمیونزم اور اسلام

اکتنازیت (سرمایہ داری) — اشتراکیت — اسلامی اعتدالیت

معاشی نظریات عِلم پر ناقدانہ نظر اور معاشیات کا تاریخی پس منظر

"پیٹ اور رزق" عصر حاضر کا سب سے بڑا مسئلہ ہے گویا ڈیڑھ بالشت پیٹ اور معدہ نے پوری دنیا اور اسکی اخلاقی اور دینی اقدار کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ کمیونزم، سرمایہ داری، سوشلزم وغیرہ خوش نما ناموں کے ذریعہ اسے سلجھانے کی سعی کی جا رہی ہے۔ مگر مسئلہ نہ صرف اپنے حال پر قائم بلکہ دن بدن الجھتا جا رہا ہے۔ اگر ایک طرف مغربی سرمایہ دارانہ نظام کا عفریت "انسانیت" کو ہڑپ کر رہا ہے تو دوسری طرف مشرق کی اشتراکیت اپنے حقیقی رنگ و روپ میں سامنے آ رہی ہے۔ جو مساوات کے پردہ میں استحصال، اجتماعی سرمایہ داری اور استبداد و استعمار کے سوا کیا ہے؟ ایک مرکوز اور جابرانہ نظام، زرعی صنعتی غرض انسان کی ہمہ جہتی ترقی میں زبردست رکاوٹ کے سوا اور کیا ہے۔؟ اشتراکیت یورپ کی غیر فطری معاشیات کا ردِ عمل تھا۔ مگر دم توڑتی ہوئی اشتراکیت کا ردِ عمل کتنا شدید اور ہولناک ہوگا۔؟ اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ جن لوگوں کی نظر اسلام کے معتدلانہ نظامِ معیشت اور فطری اقتصاد کے بارہ میں بالکل سطحی ہے۔ یا جو اپنی فکری کج روی اور سلامت طبع سے محرومی کی بناء پر اسلام کے بارہ میں ارتیابیت یا لاادریت کا شکار ہیں۔ ان کی نگاہیں بھی ان غیر فطری نظام ہائے معیشت کی طرف اٹھتی ہیں۔ فکرِ سلیم سے محرومی کی وجہ سے نگاہوں پر خول چڑھ گئے ہیں۔ اس کے اندر سے جھانک کر کوئی مغربی اکتنازیت کو اسلام سمجھ بیٹھا ہے۔ اور کوئی کیمونزم کو اسلام کے معاشی تقاضوں کی تکمیل سمجھ رہا ہے۔ اس وقت جبکہ پاکستان اور دیگر اسلامی حصوں میں سوشلزم، شیوعیت اور اشتراکیت

یا سرمایہ داری وغیرہ کا فرانہ اقتصادی نظاموں کو "اسلامیانے" کی کوششیں ہو رہی ہیں۔ ہم نے مناسب سمجھا کہ اپنے معزز قارئین کے سامنے "معاشیات" پر خالصۃً اسلام کا معتدلانہ نقطۂ نظر پیش کر دیں، اس مقصد سے حضرت علامہ مولانا شمس الحق افغانی مدظلہ کو توجہ دلائی گئی۔ قسام ازل نے حضرت موصوف کو علمی تبحر، تعمق، فقاہت اور قوت استحضار اور حافظہ کے ساتھ موجودہ معاشی علوم اور معاشرتی مسائل پر بھی گہری بصیرت عطا فرمائی ہے۔ انہوں نے ہماری درخواست قبول فرما کر مشاغل کثیرہ کے باوجود اس مسئلہ پر قلم اٹھائی اور موجودہ معاشی نظاموں، آن کے تاریخی پس منظر، عواقب پھر ان کے ساتھ اسلام کے موازنہ وغیرہ امور پر سیر حاصل بحث فرمائی۔ جزاہم اللہ عنا وعن جمیع المسلمین حضرت مولانا اپنے ایک مکتوب گرامی میں فرماتے ہیں۔

"الحق کیلئے کیمونزم اور اسلام کا مضمون سخت مشغولیت کے باوجود لکھ رہا ہوں۔ میں نے عالمی معاشی نظریات کو تین قسموں میں تقسیم کیا ہے۔ ۱۔ اکتنازیت یعنی سرمایہ داری نظام معیشت۔ ۲۔ اشتراکیت یعنی شیوعی نظام معیشت۔ اوّل مغربی بلاک کا نظام ہے۔ اور دوئم مشرقی بلاک کا۔ ۳۔ اعتدالیت یعنی اسلام کا اعتدالی معاشی نظام" ——— ہماری کوشش ہوگی کہ یہ گرانمایہ مضمون کم سے کم اقساط میں شائع ہو سکے۔ توقع ہے کہ ملک کے ارباب فکر اور دانشور حضرات اسے دلچسپی اور غور و فکر سے پڑھیں گے۔ ——— (سمیع الحق) ———

★

وسائل معاش اور ضروریات کی تحصیل انسان کے سادہ دور میں نہایت آسان اور سہل تھی۔ درختوں کے پھل اور شکار بری و بحری کے گوشت اور سادہ لباس اور معمولی خیموں جھونپڑوں اور کچے مکانات اور لکڑی، چمڑے، ٹھیکر کے معمولی ظروف اور برتنوں پر انسانی زندگی کا مدار تھا جو نہایت آسان اور سہل الحصول تھے۔ جس کے لئے نہ وسیع سرمایہ کی ضرورت تھی اور نہ اس کے لئے حب مال اور حرص کے شدید جذبے کی ضرورت تھی۔ اور نہ ہی اس کے لئے اقوام عالم میں باہمی تصادم و تنازع کا کوئی اندیشہ تھا اور نہ ہی حرص شدید کی تشنگی بجھانے کے لئے دوسرے ملک پر قبضہ کرنیکی ضرورت تھی تاکہ استحصال اور استعمار کی نوبت آتی۔ اس سادہ طرز حیات کے بعد تمدن وجود میں آیا اور اس نے بڑھتے بڑھتے دور حاضر میں ارتقائی شکل اختیار کی جسکی وجہ سے معاشی ضروریات اور حاجات کا دائرہ اس قدر وسیع ہوگیا کہ اس دور کے ایک متمدن انسان کی ضروریات کا خرچ سادہ دور حیات کے سو افراد کی ضروریات کے خرچ کے برابر ہونے لگا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ متمدن زندگی

کا ہر فرد بیش از بیش سرمایہ فراہم کرنے کے لئے جدوجہد کرنے لگا جس سے سادہ زندگی عیاشانہ زندگی میں اور کفایت شعاری اور قناعت، اسراف اور حرص میں تبدیل ہوئی جو آگے چل کر سرمایہ دارانہ نظام حیات کے لئے سنگ بنیاد بنا۔ عیاشانہ زندگی نے مختلف دوائر میں اپنا عمل ظاہر کیا۔

۱۔ ماکولات خوراک کے سلسلے میں تعیش نے ظہور کیا اور مختلف الاقسام کھانے وجود میں آئے۔ اور ان کے لئے مختلف ظروف اور برتن ایجاد ہوئے اور میز پر انکو ترتیب کیساتھ رکھنے کے لئے بڑی تنخواہوں کے ماہر الفن ملازم رکھنے پڑے جن کی تنخواہ بعض ملکوں میں پانچ ہزار ماہوار تک پہنچی۔ جو چرچل سابق وزیر اعظم برطانیہ کی تنخواہ کے برابر ہے۔

۲۔ مشروبات تعیش نے پینے کے دائرہ میں بھی توسیع کی اور شراب کے علاوہ سینکڑوں قسم کی بوتلیں استعمال میں آنے لگیں۔ اور شراب نوشی میں حد سے زیادہ اضافہ ہونے لگا۔

۱۔ امریکہ کے صرف ایک مشروب یعنی شراب کا سالانہ خرچ نو ارب پندرہ کروڑ ڈالر ہے۔ دیکھئے نیویارک کی سرکاری رپورٹ مندرجہ میزان کوئٹہ ۱۹ر جولائی ۱۹۵۲ء۔

۲۔ ملکہ الزبتھ ۲۹ واں کے ایک محفل تاجپوشی میں ۲۴ کروڑ روپے کی شراب صرف ہوئی ۔۔۔ دیکھئے رپورٹ مندرجہ امروز ۳ر جون ۱۹۵۳ء اور عام طور پر انگلستان میں سالانہ شراب نوشی پر چار ارب چوہتر کروڑ کی رقم خرچ ہوتی ہے۔ سچ ۳ر مئی ۱۹۳۷ء

۳۔ ملبوسات وغیرہ مردانہ اور زنانہ ملبوسات میں تمدن حاضر کی برکت سے وہ اضافہ ہوا کہ انسان اور کتوں کے علاوہ بیجان دیواروں کی آرائش کو بھی بیش قیمت کپڑوں سے سجایا گیا۔ اور اسکو تمدن کا لازمی جزء سمجھا گیا۔ ملبوسات کے علاوہ انگلینڈ کی عورتوں کا صرف عطریات کا سالانہ خرچ چھ کروڑ اٹھارہ لاکھ پونڈ ہے۔ انجام ۲ر اگست ۱۹۵۵ء۔ امریکہ میں کتوں کے کلبوں اور تفریح پر سالانہ ۲۵ کروڑ ۵۰ لاکھ ڈالر کی رقم خرچ ہوتی ہے۔ نقاد لاہور جولائی ۱۹۵۳ء۔ برطانیہ کا سالانہ خرچ تفریح ایک ارب ۵۲ کروڑ پونڈ ہے۔ زمیندار ۴ر فروری ۱۹۵۱ء۔

۴۔ مسکن اور غیر فطری ذرائع معاش سرمایہ داروں نے تسکین خواہشات کے لئے وہ عمارتیں بنائیں اور ان پر وہ گراں بہار قومات صرف کی گئیں کہ جو انسانی آبادی کے بڑے حصہ کی ضروریات حیات کیلئے کافی ہوسکتی تھیں۔ اس کے علاوہ سرمایہ دار افراد نے اپنی تسکین شہوت کیلئے زنا کی دلالی اور رقص و سرود کے وہ پیشے ایجاد کئے جس نے صنف نازک کے ایک بڑے طبقے کو معاشرے کے ضروری کاموں سے کاٹ کر ان غیر فطری اور مخرب اخلاق پیشوں میں لگا دیا۔ بلکہ

سرمایہ داروں کی مزید تسکین کیلئے افسانہ نویسی، مسخرہ گوئی اور سینماؤں کی فحش تصاویر کی دنیا بھی وجود میں آئی۔ یہاں تک کہ مسلمان بھی اسکی نقل اتارنے میں فخر محسوس کرتے ہیں جسکو دیکھ کر اقبال مرحوم کو یہ کہنا پڑا ہے ؎

وہی بت فروشی وہی بت گری ہے۔ سینما ہے یا صنعت آزری ہے
وہ مذہب تھا اقوام عہد کہن کا یہ تہذیب حاضر کی سوداگری ہے

ایک مشہور مسخرے چارلی چپلن کی آمدنی تمام ملکوں کے وزیر اعظموں سے زیادہ تھی ———۔

۵۔ قماربازی اور سگریٹ نوشی | سرمایہ دار تمدن کی تسکین شہوت جب اس سے بالاسے پوری نہ ہوئی تو تمدن حاضر نے قماربازی کی مختلف شکلوں کو جزء زندگی بنادیا۔ چنانچہ سرکاری رپورٹ کے مطابق یورپی دنیا صرف قانونی جُوا بازی پر ہر سال تیس ارب ڈالر کی رقم خرچ کرتی جو ایک کھرب روپے سے زیادہ ہے۔ اور جس سے پوری دنیا کی آبادی کئی سال تک پل سکتی ہے۔ غیر قانونی جُوا اس کے علاوہ ہے۔ دیکھئے کوہستان ۳۰ دسمبر ۱۹۵۵ء ——— تمدن حاضر کی برکت سے امریکہ میں سالانہ ۴ کھرب ۳۳ ارب سگریٹ خرچ ہوتے ہیں۔ جاپان میں نو ارب۔ برطانیہ میں ایک کھرب گیارہ ارب۔ فرانس میں ۳۶ ارب۔ مغربی جرمنی اور اٹلی میں ۳۶ ارب۔ میکسیکو میں ۲۷ ارب اسی کروڑ۔ کینیڈا میں ۱۲ ارب۔ جنوبی کوریا میں ۱۴ ارب تیس کروڑ۔ فلپائن میں ۱۳ ارب ۳۰ کروڑ صرف ہوتے ہیں۔ دیکھئے رپورٹ مندرجہ انجام ۱۰ فروری ۱۹۵۵ء جسکی قیمت کم از کم پچاس ارب ۵۲ کروڑ پچاس لاکھ روپے ہے۔ جو یقیناً پوری دنیا کی ضروریات کیلئے کافی ہیں۔ لیکن یہ رقم سگریٹ کی شکل میں آگ میں پھونکی جاتی ہے۔ پھر بھی وہ عقلمند کہلاتے ہیں نہ دیوانے۔ لیکن اگر ایک آدمی صرف پانچ روپے کا نوٹ آگ میں جلادے تو بالاتفاق دیوانہ کہلائے گا۔ ع

ببیں تفاوت راہ از کجا ہست تا بہ کجا

ملک گیری اور استعمار

سرمایہ دارانہ نظام کے مذکورہ شیطانی اخراجات کے لئے چونکہ ملکی آمدنی کافی نہیں ہوتی۔ اس لئے یہ نظام استعمار کو جنم دیتا ہے۔ تاکہ دیگر ممالک کی پیداوار پر قبضہ کرکے ان اخراجات کو پورا کیا جاسکے۔ اس کے علاوہ ان کے اپنے ملک میں اپنی مصنوعات کی مانگ محدود ہوتی ہے۔ اسی لئے ایسے سرمایہ دار ممالک ان زائد مصنوعات کو فروخت کرنے کیلئے دیگر ممالک میں منڈیاں تلاش کرتے ہیں۔ تاکہ اپنی مصنوعات کی نفع بخش تجارت سے اپنی عیاشانہ ضروریات کو پورا کر سکیں۔ اسی قسم کی جدوجہد چونکہ ہر سرمایہ دار

ملک کرتا ہے۔ اسی لئے ہر حکومت چاہتی ہے کہ دوسرے ممالک کو وہ استعمار کی صورت میں زیر اثر رکھ کر اپنی تجارت کو فروغ دے سکے۔ اور ان مستعمرات کو اپنی مصنوعات کیلئے مختص کر سکے۔ دیگر ممالک پر درآمد کا محصول بڑھا دے۔ تاکہ انکی اشیاء کی قیمت نسبتاً زیادہ ہو۔ اور اپنی مصنوعات کا محصول برائے نام ہو۔ تاکہ سستا ہونے کی وجہ سے زیادہ مقدار میں انکو فروخت کیا جاسکے۔ ان استعماری مقاصد کی کشمکش میں اکثر جنگ کی بھی نوبت آجاتی ہے۔ اور استعماری قومیں آپس میں ٹکرا جاتی ہیں۔ اسی لئے استعمار جنگ کو جنم دیتا ہے۔ اور استعماری قوتوں میں آلات حرب کی تیاری کی دوڑ شروع ہو جاتی ہے۔ اور پھر وہ سرمایہ جنگ کے سامان پر خرچ ہونے لگتا ہے جو ضروریات حیات ہی کیلئے مخصوص تھا۔

آلات حرب کی تیاری میں صرف دولت

نظام سرمایہ داری کے تحت ہر مملکت اپنی قوت میں اضافہ کرتی ہے۔ تاکہ دوسرے ممالک ان کے استعماری مقاصد میں خلل انداز نہ ہوں۔ جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ملک کی دولت کا اکثر حصہ گولا بارود کی شکل میں آگ میں پھونک دیا جاتا ہے۔ اور اقوام عالم کی معاشی حالت کمزور ہو جاتی ہے۔ اس وقت استعماری حکومتوں کے جنگی اخراجات حد سے زیادہ بڑھ گئے ہیں۔ لیکن سو دو سال پیشتر کے جنگی اخراجات بھی کچھ کم نہیں ۱۹۵۲ء میں امریکہ کا جنگی بجٹ نوے کھرب ڈالر تھا۔ کوثر ۵ر اپریل ۱۹۵۲ء۔ جس سے صدیوں تک پوری انسانی آبادی کی ضروریات پوری کی جاسکتی تھیں۔ امریکہ نے اتنی بڑی دولت کو خیالی استعماری مقاصد کے لئے صرف کیا یا نذر آتش کیا۔ نوے کھرب ڈالر کی بجائے اگر ایک انسان صرف نوے روپے کے نوٹ آگ میں جھونک دے تو سب لوگ اس کو پاگل سمجھنے پر متفق ہوں گے۔ لیکن نوے کھرب ڈالر برباد کرنے والے امریکہ کو کوئی پاگل نہیں سمجھتا۔ بلکہ سب اس کو عقلمند قرار دیتے ہیں۔ ان ھذا لشئ عجاب۔ اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ جنگ کے سامان پر رقم صرف نہ کی جائے۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ جنگ برائے ظلم پر رقم خرچ نہ ہو۔ کہ ایسی جنگ بڑا انسانی جرم ہے۔ نہ جنگ برائے اقامت عدل کہ وہ درحقیقت بڑی انسانی خدمت ہے۔ اور اس سے عالمی حقوق کے تحفظ کا راز مضمر ہے۔

جنگ شاہان جہاں غارتگری است جنگ مومن سنت پیغمبر است

سرمایہ دارانہ جذبہ اور سود

سرمایہ دارانہ نظام کے تحت آجکل سودی کاروبار کی جو وسعت نظر آرہی ہے، اسکی نظیر انسانی تاریخ میں نہیں

مل سکتی۔ سرمایہ دارانہ نظام نے سودی کاروبار کو جزء زندگی بنا دیا ہے۔ یہاں تک کہ سرمایہ دار ملکوں میں کسی محتاج ترین فرد کو پانچ روپے بلا سود بطور قرضہ نہیں مل سکتے۔

اب ہم اکتنازیت اور سرمایہ دارانہ نظام کے وہ نقصانات اور تباہیاں مختصر طور پر بیان کرتے ہیں۔ جو اس نظام کی بدولت مہلک جراثیم کی شکل میں انسانی معاشرے میں پیوست ہو چکے ہیں۔

سرمایہ دارانہ نظام کی دینی تباہی

زوال محبت الہیہ۔ دین کی روح یہ ہے کہ دل میں اللہ کی محبت راسخ اور مضبوط ہو اور قلب پوری یکسوئی کے ساتھ اللہ کی طرف جھکے۔ اسی جھکاؤ کا یہ نتیجہ ہوتا ہے۔ کہ دل پر اللہ کی عظمت اور مخلوق خدا کی شفقت کا رنگ چڑھتا ہے۔ اس سے اللہ اور انسان کے حقوق کے تحفظ کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اور پوری زندگی الہٰی ہدایات کے قالب میں ڈھل جاتی ہے۔ لیکن سرمایہ داروں کی محبت کا رخ مال اور سرمایہ بڑھانے کیطرف پلٹ جاتا ہے۔ اور ان کی پوری زندگی سرمایہ میں اضافہ کرنے کیلئے وقف ہوتی ہے۔ اور اللہ اور اسکی مخلوق سے محبت کا رشتہ ٹوٹ جاتا ہے۔ بلکہ حیوانات کیطرح کسی پابندی کو قبول کئے بغیر وہ سب کچھ کر ڈالتا ہے جس سے اس کے سرمایہ میں اضافہ ہو۔ خواہ سود ہو، خواہ رشوت، خواہ غصب و قماربازی۔ گویا سرمایہ اس کے لئے دین سے بغاوت کرنے کا سبب بن جاتا ہے۔ کلا ان الانسان لیطغیٰ ان راٰہ استغنیٰ۔ یوں نہیں بلکہ انسان اللہ کے قانونِ انصاف کا باغی بن جاتا ہے۔ جب وہ غنی بن جاتا ہے۔

زوال محبتِ انسانیہ

تکمیل انسانیت کے لئے انسان کو اللہ اور دیگر انسانوں کیساتھ ارتباط ضروری ہے جسکی بنیاد محبت پر قائم ہے۔ جب سرمایہ کی محبت غالب آجاتی ہے۔ تو یہ اللہ اور بنی نوع انسان دونوں کی محبت کو ختم کر دیتی ہے۔ جسکی وجہ سے الہٰی اور انسانی حقوق کی ذمہ داری کا احساس فنا ہو جاتا ہے۔ اور فرد کا رشتہ محبت جماعت سے کٹ کر شخصی مفاد غالب ہونے کی وجہ سے اس سے معاشرے میں بیشمار مفاسد پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور ان میں روز بروز اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ محبت کا تقابلی فلسفہ یہ ہے کہ جب ایک شئے کی محبت میں حد سے زیادہ اضافہ ہو تو اسی تناسب سے دوسری شئے کی محبت میں کمزوری پیدا ہو جاتی ہے۔ بلکہ بالتدریج اسکی محبت فنا ہو جاتی ہے۔ ایک شخص کی دو بیویاں ہوں تو جب ایک کی محبت زیادہ ہو جاتی ہے۔ تو دوسری بیوی کی محبت میں لامحالہ کمی آئیگی۔ اسی فلسفہ کے تحت سرمایہ دار پر حب ذات و مال غالب آجاتی ہے۔ اور حب انسان مغلوب ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ دیگر انسان کی محبت اگر

کسی وقت اس کے دل میں پیدا ہو تو وہ بھی جبکہ اس انسان سے اسکو کوئی غرض اور نفع دربستہ ہو یہ بالواسطہ محبت درحقیقت حب انسان عمومی نہیں، بلکہ حب ذات ہے۔ کہ اسکی ذات کا کوئی فائدہ اس سے وابستہ ہوا ہے۔ ورنہ اس کا دل ذاتی مفاد کے سوا کسی طرف پلٹتا نہیں، نہ خدا کی طرف، نہ بنی نوع انسان کی طرف۔ تو درحقیقت اس کا دل قلب ہی نہ رہا۔ کیونکہ قلب اور دل کا کام پلٹنا ہے۔ وما سمّی الانسانُ الا لِانسہٖ وما القلب الا انہٗ یتقلّب۔ جب اُنس اور محبت اور دل کا دوسرے کے مفاد کیطرف پلٹ جانا ایک انسان میں باقی نہ رہے تو وہ درحقیقت انسان ہی نہ رہا۔ اگرچہ اسکی صورت انسانی ہو۔ جیسے کاغذی گھوڑا گھوڑے کی صورت رکھنے کے باوجود حقیقی گھوڑا نہیں کہلاتا۔ اسی طرح حب مال میں رنگا ہوا آدمی انسانی صورت رکھنے کے باوجود حقیقی انسان کہلانے کا مستحق نہیں۔ بقول عارف رومی ؂

آنچہ می بینی خلاف آدمی اند — نیستند آدمی غلاف آدم اند

سرمایہ دارانہ نظام کی اخلاقی تباہیاں

اس نظام سے اخلاق فاضلہ کا خاتمہ ہوجاتا ہے۔ اور اخلاقِ رذیلہ کا استحکام پیدا ہوتا ہے۔

انسانیت کے بلند اخلاقی اقدار حسب ذیل ہیں :——

۱۔ ایثار —— یعنی اپنے مفاد کو دوسرے انسانوں کے مفاد پر قربان کر دینا۔

۲۔ رحمت وشفقت —— یعنی دوسرے انسانوں کی حاجت مندی اور دکھ سے متاثر ہونا اور اس تاثر کے تقاضا پر عمل کرنا۔

۳۔ ہمدردی جسکو عربی میں نصیحت کہتے ہیں، جسکا معنیٰ ہے دوسرے انسانوں کے نفع وضرر کو اپنا نفع وضرر سمجھنا اور اس کے مقتضیٰ پر عمل پیرا ہونا۔

۴۔ شجاعت یعنی بہادری جس سے انسانیت کے بلند ترین مقاصد کیلئے جان کی قربانی دینا۔

۵۔ سخاوت۔ بنی نوع انسان کی حاجت روائی کیلئے مال کو قربان کر دینا یہ وہ بنیادی اخلاق ہیں جن کے حسن وخوبی پر اقوام عالم متفق ہیں۔ اور جن کو انسان کے فطری کمالات سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ اور یہ وہ روشن خوبیاں ہیں، جو تمام انبیاء علیہم السلام کے متفقہ ہدایات کا لب لباب ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام سے انسان جس سانچے میں ڈھل جاتا ہے۔ اس میں ان اخلاق پنجگانہ کے لئے گنجائش باقی نہیں رہتی۔——

ایثار سرمایہ دار جب اپنے محتاج بھائی کو بلا سود ایک کوڑی نہیں دے سکتا۔ تو اس میں ایثار کہاں سے آئیگا۔ بلکہ ایثار کی جگہ سرمایہ دارانہ نظام نے اس کے دل میں حرص

اور شخصی مفاد کا جو تخم بو دیا ہے۔ اس کے جذبۂ حرص کا تقاضا تو یہ ہے کہ فقر و افلاس، محتاجی اور مصیبت اور بڑھے تاکہ سودی کاروبار خوب چمکے۔

شفقت اور رحمت اور سرمایہ داری

ایسا شخص جسکو سرمایہ دارانہ نظام نے سود کا خوگر بنا دیا ہے۔ اور وہ افزائش دولت کے جذبہ سے سرشار ہے۔ وہ اپنی کامیابی اسی میں منحصر سمجھتا ہے کہ فقراء اور محتاجوں کی تعداد میں روزافزوں اضافہ ہو تاکہ سودی بازار کی خوب چلت ہو۔ اور عوام کی محتاجی سے فائدہ اٹھا کر دولت میں اضافہ کیا جا سکے۔ چور ڈاکو کے لئے یہ ممکن ہے۔ کہ کسی وقت اس کا دل بدل جائے اور شفقت و رحمت کے جذبہ سے سرشار ہو کر چوری اور ڈاکہ چھوڑ دے۔ لیکن سود خور کی سود خوری سے باز آجانا اور تائب ہو جانا ممکن نہیں۔ خاصکر جب قانون وقت میں وہ جرم بھی نہ ہو۔ اس لئے سود خور کا دل انسانی شفقت و رحمت سے خالی ہوتا ہے۔

ہمدردی اور خیر خواہی

جس سرمایہ دار کی روزی اور نفع اندوزی دوسروں کی مصیبت، غربت و افلاس پر مبنی ہو اس میں ہمدردی کا جذبہ کیونکر پیدا ہو سکتا ہے۔ ہمدردی کا معنی تو یہ ہے کہ دوسروں کا نفع اپنا نفع اور دوسروں کا ضرر اپنا ضرر سمجھیں۔ لیکن یہاں تو بقول متنبی دوسروں کی مصیبت کو وہ اپنا فائدہ سمجھتا ہے۔ ع مصائب قوم عند قوم فوائد۔

(باقی اگلے شمارے میں)

دارالعلوم کراچی کا دینی و علمی ماہنامہ
البلاغ کراچی
سرپرست:- حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب
رجب ۱۳۸۷ھ کے شمارے کی ایک جھلک
• عیسائیت کا عقیدۂ حلول و تجسم • تحریر و کتابت عہد رسالت میں
• قضیۂ فلسطین کا ایک جائزہ • حضرت مولانا اصغر حسینؒ کی ایک نادر تحریر
• حضرت تھانویؒ کے مواعظ کی تلخیص۔ اور دیگر مستقل عنوانات۔
سالانہ چندہ چھ روپے
البلاغ۔ دارالعلوم کراچی ۱۴